

کسی معاد ہوا۔ اور ایک فلاسفر اور نبی کے حصول علم میں کوئی فرق نہ ہوا۔

جواب :- معلوم ہوتا ہے کہ نبوت کے وہی ہونے کا مطلب نہیں سمجھا گیا اور اسی وجہ سے یہ سوال پیدا ہوا ہے۔ نیز آیات الہی کے مشابہ سے حق کی جستجو کرنا اور فلسفیانہ استدلال سے حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کرنا، ان دونوں میں بھی فرق نہیں کیا گیا۔

انبیاء علیہم السلام وحی آنے سے پہلے جو علم رکھتے تھے اس کی نوعیت عام انسانی علوم سے مختلف نہیں تھی اور نہ ان کے پاس نزول وحی سے پہلے کوئی ایسا ذریعہ حصول علم ہوتا تھا جو دوسرے لوگوں کو حاصل نہ ہو۔ وہ بھی انہی ذرائع سے، جو عام انسانوں کو حاصل ہیں، تحقیق و جستجو کی راہ طے کرتے تھے اور ایمان بالنبی کے اس اعلیٰ مرتبہ پر پہنچ جاتے تھے جس کے بعد صرف ایمان بالشہادۃ کا مرتبہ باقی رہ جاتا تھا۔ پھر یہ آخری مرتبہ ایمان نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد ان کو حاصل ہوتا تھا۔ اسی سے ان کی فضیلت عام انسانوں پر ثابت ہوتی ہے، ورنہ اگر ان کا ایمان بالنبی بھی اسی طرح وہی قرار دیا جائے جس طرح کہ وحی ایک ہی چیز ہے تو ان کے لیے کوئی فضل باقی نہیں رہتا۔

جس مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ واقعہ قرآن مجید میں آیا ہے، اگر اس کے ماقبل اور مابعد کو سامنے رکھ کر غور کیا جائے تو وہاں مقصود بیان ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ عام انسانوں کو یہ بتایا جائے کہ آیات الہی کے مشابہ سے ایک غیر متعصب طالب حق کس طرح حقیقت تک پہنچ سکتا ہو۔ سوال عد :- یہ درست ہے کہ نبی معصوم ہوتے ہیں، مگر آدم علیہ السلام کے متعلق قرآن کے الفاظ صریحاً ثابت کر رہے ہیں کہ آپ نے گناہ کیا اور حکم عدولی کی، جیسے لَا تَقْرَبُوا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونُوا مِنَ الظَّالِمِينَ کی آیت ظاہر کر رہی ہے۔ اس سلسلہ میں نیا تحقیق کے نتائج سے مستفید فرمائیں۔

جواب :- نبی کے معصوم ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس خطا کا امکان سلب کر دیا گیا ہے، بلکہ اس کا مطلب دراصل یہ ہے کہ نبی اول تو دانستہ نافرمانی نہیں کرتا اور پھر اگر اس سے غلطی سرزد ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس غلطی پر قائم نہیں رہنے دیتا۔ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے جو غلطی ہوئی تھی وہ نبوت کے منصب پر سرفراز ہونے سے پہلے کی ہے اور قبل نبوت نبی کو وہ مصیبت حاصل نہیں ہوتی جو نبی ہونے کے بعد ہو کر رہتی ہے۔ نبی ہونے سے پہلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی بہت بڑا گناہ کیا تھا کہ ایک انسان کو قتل کر دیا چنانچہ جب نبی ہونے لگے تو حضرت موسیٰ کو اس فعل پر ملامت کی تو انھوں نے بھرے دربار میں اس بات کا اقرار کیا کہ مجھ سے یہ فعل اس زمانہ میں سرزد ہوا تھا، جبکہ مجھ پر راہِ ہدایت نہ کھلی تھی۔ مختصر یہ کہ نبی زشتہ نہیں ہوتا بلکہ انسان ہوتا ہے اور انسان کی مصیبت کا منہموم فرشتوں کی مصیبت بالکل جدا گانہ ہے۔

مستقبل کا خاکہ تعمیر

سوال علامہ مسلم لیگ کی مجلس عمل کی جانب سے حبیل سوال نامہ بھیجا گیا ہے :

کن اصول خطوط اور بنیادوں پر ہندوستانی مسلمانوں کی سیاسی و معاشی اصلاح، ان حالات کے اندر رہتے ہوئے جن میں وہ گھرے ہوئے ہیں، اسلامی اصول، روایات اور نقطہ نظر کے مطابق ممکن ہے؟ براہ کرم حبیل خطوط پر اپنی مفصل رائے تحریر کیجیے۔

(۱) ایک ایسا قابل عمل و متوجہ فرم کیجیے جس کے ذریعہ قومی، اجماع کے مشترکہ مقصد کے لیے مسلمانوں کے مختلف فرقوں

اور مدار میں فکر کو متحد اور مربوط کیا جاسکے۔

(ب) ایک یا اقتصادی نقشہ و نظام مرتب کیجیے جو اصول اسلام کے ساتھ مطابقت رکھتا ہو۔
(ج) ہندوستانی مسلمان جن مخصوص حالات میں گھرے ہوئے ہیں انھیں ذہن میں رکھ کر بتائیے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ اگر اور جیسے ایسی آزاد ریاستیں حاصل کریں جن میں ان کی اکثریت ہو تو ایک یا نظام حکومت قائم کر سکیں جس میں مذہبی سیاست کے درمیان ایک خوش آئند ہم آہنگی پیدا ہو جائے۔

(د) اسلامی اصول، روایات، تصورات اور نظریات کے مطابق ایک ایسی اسکیم مرتب کیجیے جو مسلمانوں کے معاشرتی، اقتصادی، تعلیمی پہلوؤں پر حاوی ہو۔

(س) مجموعی قومی بہبودی کی خاطر مذہبی ادارات یعنی اوقات اور دوسرے ذرائع آمدنی کو ایک مرکز کے ماتحت منظم کرنے کے لیے طریق کار اور نظام اس طرح مرتب کیجیے کہ ان اداروں پر قبضہ رکھنے والے اشخاص کے احساسات میلاناً اغرض اور مختلف نظریات کا لحاظ رہے۔

جواب :- آپ نے جو فیصلی سوالات دریافت کیے ہیں وہ دراصل ایک ہی بڑے سوال کے اجزاء ہیں۔ پھر کہا یہ بہتر نہ ہو گا کہ ان مسائل کو الگ الگ لینے اور ان پر الگ الگ رائے ظاہر کرنے کے بجائے اسی بڑے سوال کو بیک وقت سامنے لے آیا جائے جس کے یہ سب اجزاء ہیں۔ اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ مسلمان کسی طرح وہ اصلی مسلمان بنیں جنہیں قرآن کا اصل منشا تھا۔ یہ ہے اصل سوال اور اس کے حل ہونے سے باقی سب سوالات خود بخود حل ہو جائیں گے۔

میرے پاس اس سوال کا سیدھا اور صاف جواب یہ ہے کہ پہلے اسلام کو جو کچھ کہہ رہے ہیں اور جو کچھ انسان سے اس کے مطاببات ہیں، واضح طور پر مسلمانوں کے سامنے رکھ دیا جائے اور ان سے شعوری طور پر اسے قبول کرنے کا مطالبہ کیا جائے۔ پھر جو لوگ اسے جاننے اور سمجھنے کے بعد قبول کریں اور اپنے طرز عمل سے ثابت کریں کہ واقعی انھوں نے اسے قبول کیا ہے، ان کو ایک پارٹی کی صورت میں منظم کرنا شروع کیا جائے اور باقی مسلمانوں میں مسلسل تبلیغ و تلقین کا سلسلہ اس ارادہ کے ساتھ جاری رکھا جائے کہ بالآخر ہمیں اس پارٹی میں پوری قوم کو جذب کر لینا ہے۔

اس پارٹی کے سامنے صرف ایک ہی نصب العین ہو، یعنی اسلام کو بحیثیت ایک نظام زندگی کے علاوہ زمین پر قائم کرنا۔ اور اس کا ایک ہی اصول ہو، یعنی اسلام کے خالص طریقہ پر چلنا (خواہ یہ طریقہ دنیا کو مرغوب ہو یا نہ ہو)، اور غیر اسلام کے ساتھ ہمدارات و مصالحت (Compromise) اور ہر آمیزش و اختلاط کو قطعی چھوڑ دینا۔ اس نصب العین اور اس اصول پر جو پارٹی کام کرے گی اس کے لیے وہ سوالات جو آپ کے سامنے آئے ہیں اول تو سرے سے پیدا ہی نہ ہوں گے اور اگر ان میں سے بعض سوالات پیدا ہوئے بھی تو وہ اس شکل میں نہیں ہوں گے جس شکل میں آپ کے سامنے اب یہ سوالات آئے ہیں۔ انھیں کوئی نئی اسکیم وضع نہیں کرنی ہوگی، بلکہ صرف وہ قوت فراہم کرنی ہوگی جس سے بنی ہوئی اسکیم کو نافذ کر سکیں۔ وہ اس کی پروا نہیں کریں گے کہ موجودہ حالات ہماری اسکیم کے نفاذ کے لیے سازگار ہیں یا نہیں۔ وہ ناسازگار حالات کو زبردستی بدلیں گے تاکہ وہ اس اسکیم کے لیے سازگار کر دے۔ غرض یہ کہ ان کا نقطہ نظر اس معاملہ میں اس نقطہ نظر سے بالکل مختلف ہو گا جو آپ حضرات نے اختیار کیا ہے۔

میرا خیال ہے کہ آپ حضرات ایک ایسی پیپیدگی میں پڑ گئے ہیں جس کا کوئی حل شاید آپ نہ پاسکیں اور وہ پیپیدگی یہ ہے کہ ایک طرف تو آپ اس پوری مسلمان قوم کو مسلمان کی حیثیت سے لے رہے ہیں جس کے ننانوے فی صدی افراد اسلام سے جاہل، اور پچانوے فی صدی سخت، اور نئے نئے فی صدی اغواف پر مصر ہیں، یعنی وہ خود اسلام کے طریقہ پر چلنا نہیں چاہتے اور نہ اس منشا کو پورا کرنا چاہتے ہیں جس کے لیے ان کو مسلمان بنایا گیا

ہے۔ دوسری طرف آپ حالات کے اس پورے مجموعہ کو جو اس وقت عملاً قائم ہے، انھوڑی سی ترمیم کے بعد قبول کر لیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ حالات تو یہی رہیں اور پھر ان کے اندر کسی اسلامی اسکیم کے نفاذ کی گنجائش نکل آئے۔ یہی چیز آپ کے لیے ایک بڑی پیچیدگی پیدا کرتی ہے۔ اور اسی وجہ سے میرا خیال یہ ہے کہ جن مسائل سے آپ حضرات تعرض کر رہے ہیں ان کا کوئی حل آپ کچھ نہ پاسکیں گے۔

سوال صلا:- آپ کو تم جو کام کرنا ہو گا کہ سلم لیگ نے کام کو آگے بڑھانے کے لیے ایک مجلس عمل کا انعقاد کیا ہے۔ پھر اس مجلس عمل نے مختلف ذیلی جماعتوں کی اصلاح و ترقی کے لیے مقرر کر دی ہیں۔ انہی میں سے ایک مذہبی و معاشرتی حالات کی اصلاح کے لیے ہے جس کے دائی کی طرف سے آپ کو ایک سوال نامہ غالباً موصول ہو چکا ہو گا۔ اس سوال نامہ کو خاص توجہ کا مستحق سمجھیے اور ہر طرح کے اختلافات کو نظر انداز کر کے فکری تعاون فرمائیے۔ غنیمت سمجھنا چاہیے کہ ابھی تک مسلمانوں نے اپنی تندرست کونفر تک سیلابی بحالی کے مقابلہ میں بچا کر رکھا ہے۔ اگر اس نازک لمحہ میں ان کی صحیح رہنمائی نہ کی گئی تو ممکن ہے کہ نوجوان ملت ترقی اور ایران کے نقش قدم پر چلی نکلیں۔

جواب:- آپ کا عنایت نامہ آنے سے پہلے ہی میں لیگ کی مجلس عمل کو متذکرہ سوال نامہ کا جواب دے چکا ہوں۔ آپ حضرات ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ میں اس کام میں کسی قسم کے اختلافات کی وجہ سے حصہ لینا نہیں چاہتا بلکہ دراصل میری مجبوری یہ ہے کہ میری کچھ میں یہ نہیں آتا کہ حصہ لوں تو کس طرح۔ اور صورتی عناصر (Half measures) میرے ذہن کو بالکل اپیل نہیں کرتیں اور نہ داغ دوزی (Patch work) سہی مجھ کو کبھی دلچسپی رہی ہے۔ مگر جو چیز مجلس عمل کے پیش نظر ہے وہ یہی کچھ ہے۔ اگر کئی تخریب اور کلی تعمیر پیش نظر ہو تو میں بول و جان اس میں ہر خدمت انجام دینے کے لیے تیار تھا، لیکن یہاں کل کو بچنے پر توجہ رکھتے ہوئے اس کے بعض اجزاء کو ہٹا کر ان کی جگہ بعض دوسرے اجزاء کو رکھنا مطلوب ہے جس کے لیے کوئی قابل عمل اور نتیجہ خیز صورت سوچنے سے میرا ذہن عاجز ہے۔ میرے لیے یہی مناسب ہے کہ اس بابت میں عملاً کوئی خدمت انجام دینے کے بجائے ایک طالب علم کی طرح دیکھتا رہوں کہ سوچنے والے اس جزوی اصلاح و تعمیر کی کیا صورتیں نکالتے ہیں اور کرنے والے اسے عمل میں لا کر کیا نتائج پیدا کرتے ہیں۔ اگر فی الواقع انھوں نے اس طریقہ سے کوئی بہتر نتیجہ نکال کر دکھا دیا تو وہ میرے لیے ایک کشاف ہو گا اور ممکن ہے کہ اس کو دیکھ کر میں مسلک کلی سے مسلک جزئی کی طرف منتقل (Convert) ہو جاؤں۔

پاکستان

سوال:- بہتر حقیقت یہ ہے کہ مسلمان آدم عیہ اسلام کی خدمت اور مافی الاورث ہے۔ مسلمان کی زندگی کا مقصد صرف الدنیا کی رضا اور اس کے مقدس قانون پر چلنا اور دوسروں کو چھٹنے کی ترغیب دینا ہے۔ اس لیے اس کا فطری نصب العین یہ قرار پاتا ہے کہ مسلمان عالم کو قانون الہیہ کے آگے مفتوح کرے۔

لیکن سٹر جناح اور ہمارے دوسرے مسلم لیگی بھائی پاکستان چاہتے ہیں۔ ہندوستان کی زمین کا ایک گوشہ! — تاکہ ان کے خیال کے مطابق مسلمان چین کی زندگی گزاریں۔ کیا خالص دینی نقطہ نظر سے یہ قابل اعتراض نہیں؟ یہودی قوم مشہور و منسوب قوم ہے۔ اللہ پاک نے اس پر زمین تنگ کر دی ہے اور ہر چند کہ اس قوم میں دیناے

سلہ یہودی سوال نامہ ہے جو اوپر ہمارے جواب سمیت درج ہو چکا ہے۔

بڑے سے بڑے سرمایہ دار اور مختلف علوم کے ماہرین موجود ہیں لیکن ان کے قبضہ میں ایک انچ زمین بھی نہیں ہو سکتا۔
اپنا قومی وطن بنانے کے لیے کبھی انگریزوں سے بھیک مانگتے ہیں اور کبھی امریکہ والوں سے۔

میرے خیال میں مسلمان — یا بالفاظ دیگر مسلم لیگ بھی یہی کر رہی ہے۔ وہ یہودیوں کی طرح پاکستان کی بھیک
کبھی ہندوؤں سے اور کبھی انگریزوں سے مانگتی پھر رہی ہے۔ تو پھر کیا یہ ایک مقبور اور مغضوب قوم کی پیردی نہیں ہے؟
اور کیا ایک مقبور و مغضوب قوم کی پیروی مسلمانوں کو بھی اسی صف میں لا کر کھڑا نہ کر دے گی؟

جواب:- پاکستان کے متعلق آپ میرے مکمل خیالات مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم میں ملاحظہ فرمائیے۔ میرے نزدیک
پاکستان کے مطالبہ پر یہودیوں کے قومی وطن کی تشبیہ چسپاں نہیں ہوتی۔ فلسطین فی الواقع یہودیوں کا قومی وطن نہیں ہے، ان کو وہاں سے نکلے
ہوئے دو ہزار برس گزر چکے ہیں، اسے اگر ان کا قومی وطن کہا جاسکتا ہے تو اسی معنی میں جس معنی میں جرمنی کی آریئل کے لوگ وسط ایشیا کو اپنا
قومی وطن کہہ سکتے ہیں۔ یہودیوں کی اصل پوزیشن یہ نہیں ہے کہ ایک ملک واقعی ان کا قومی وطن ہے اور وہ اسے تسلیم کرنا چاہتے ہیں، بلکہ ان کی
اصلی پوزیشن یہ ہے کہ ایک ملک ان کا قومی وطن نہیں ہے اور ان کا مطالبہ یہ ہے کہ ہم کو دنیا کے مختلف گوشوں سے سمیٹ کر وہاں بسایا جائے اور
اسے نر در ہمارا قومی وطن بنا دیا جائے۔ بخلاف اس کے پاکستان کی بنیاد یہ ہے کہ جس علاقہ میں مسلمان کی اکثریت آباد ہے وہ بالفعل مسلمانوں کا قومی
وطن ہے، اور مسلمانوں کا مطالبہ صرف یہ ہے کہ موجودہ جمہوری نظام میں ہندوستان کے دوسرے حصوں کے ساتھ لگے رہنے سے ان کے قومی
وطن کی سیاسی حیثیت کو جو نقصان پہنچتا ہے اس سے اس کو محفوظ رکھا جائے اور متحدہ ہندوستان کی ایک آزاد حکومت کے بجائے ہندوستان
اور مسلم ہندوستان کی دو آزاد حکومتیں قائم ہوں۔ یعنی بالفاظ دیگر وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ ان کا قومی وطن جو بالفعل موجود ہے اس کو اپنی آزاد حکومت
الگ قائم کرنے کا حق حاصل ہو جائے۔

یہ چیز بعینہ وہی ہے جو آج دنیا کی ہر قوم چاہتی ہے اور اگر مسلمانوں کے مسلمان ہونے کی حیثیت کو نظر انداز کر کے نہیں صرف ایک قوم کی حیثیت سے دیکھا جائے
تو ان کے اس مطالبہ کے حق بجانب ہونے میں کوئی کلام نہیں کیا جاسکتا۔ ہم اصولاً اس بات کے مخالف ہیں کہ دنیا کی کوئی قوم کسی دوسری قوم پر سیاسی
و معاشی حیثیت مسلط ہو۔ ہمارے نزدیک اصولاً یہ ہر قوم کا حق ہے کہ اس کی سیاسی و معاشی باگیں اس کے اپنے ہاتھوں میں ہوں۔ اس لیے ایک قوم
ہونے کی حیثیت سے اگر مسلمان یہ مطالبہ کریں تو جس طرح دوسری قوموں کے معاملہ میں یہ مطالبہ صحیح ہے اسی طرح ان کے معاملہ میں بھی صحیح ہے۔ البتہ
ہمیں اس چیز کو نصب العین بنائے پر جو اعتراض ہے وہ صرف یہ ہے کہ مسلمانوں نے ایک صوبی جماعت اور ایک نظام کی داعی اور غیر جماعت ہونے کی
حیثیت کو نظر انداز کر کے صرف ایک قوم ہونے کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ اگر وہ اپنی اصلی حیثیت کو قائم رکھتے تو ان کے لیے قومی وطن اور اس کی آزادی
کا سوال ایک نہایت خفیہ سوال ہوتا، بلکہ حقیقتاً سرے سے وہ ان کے لیے پیدا ہی نہ ہوتا۔ اب وہ کروڑوں ہو کر ایک ذرا سے خطہ میں اپنی حکومت حاصل
کر لینے کو ایک انتہائی نصب العین سمجھ رہے ہیں، لیکن اگر وہ نظام اسلامی کے داعی ہونے کی حیثیت اختیار کریں تو نہایت ایک مسلمان ساری دنیا پر اپنی،
یعنی وحییت اپنے اس نظام کی جس کا وہ داعی ہے، حکومت کا مدعی ہو سکتا ہے اور صحیح طور پر سچی کرے تو اسے حاصل بھی کر سکتا ہے۔

لاہور میں ہمارے مطبوعات ملنے کا پتہ

مکتبہ اسلامی - ۲۳ - ربانی روڈ - پرانی انارکلی - لاہور